درس ۱۹

اِعراض عن الجہاد کی پاداش

نفاق

سورۃ المنافقون کی روشنی میں

(۲)

لفظ ''نفاق'' کی لغوی بحث

یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نفاق کے لفظی معنی کیا ہیں! جیسا کہ کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے' اکثر عربی الفاظ کا ایک سہ حرفی مادہ ہوتا ہے۔ لفظ نفاق کا مادہ ''ن ف ق'' ہے۔ عربی زبان میں اس کے دو بنیادی لغوی استعمالات ہیں اور دونوں کے اعتبار سے قرآن مجید کی دو بالکل مختلف اصطلاحات وجود میں آئی ہیں' اگرچہ ان دونوں میں ایک بڑا لطیف ربط ہے' جس کی طرف بعد میں اشارہ ہوگا۔ ''نَفَقَ الْفَرَسُ'' اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بولا جاتا ہے کہ گھوڑا مر گیا' جیسے ہم کہتے ہیں مر کھپ گیا ــــ ''نَفِقَتِ الدَّرَاهِمُ'' کا معنی ہے پیسے ختم ہو گئے۔ اسی مادہ سے باب اِفعال میں لفظ ''اِنفاق'' بنا ہے' یعنی خرچ کر دینا' کھپا دینا' لگا دینا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم ہوگا اللہ کی راہ میں لگا دینا' کھپا دینا' خرچ کر دینا' صرف کر دینا۔ ہمارے اس منتخب نصاب میں یہ لفظ سورۃ التغابن میں آ چکا ہے: ﴿وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور خرچ کرو' اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے''۔ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور لگا دینا ہی تمہارے حق میں خیر اور بھلائی ہے۔ اور اس ضمن میں تعلیم دی گئی کہ اپنا بہتر سے بہتر مال خرچ کرو: ﴿لَنْ

تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ کہ تم نیکی کو حاصل نہ کرسکو گے مرتبۂ بر تک نہ پہنچ پاؤ گے جب تک کہ خرچ نہ کرو وہ چیز جو تمہیں محبوب ہے۔ اور فرمایا گیا کہ جب تک کہ جی کے اس لالچ سے رستگاری حاصل نہ کرو گے فلاح نہ پاؤ گے۔ سورۃ التغابن میں انفاق کے حکم کے فوراً بعد فرمایا: ﴿وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ''اور جو کوئی جی کے اس لالچ سے بچالیا گیا تو فلاح تک پہنچنے والے صرف وہی لوگ ہیں''۔ چنانچہ ایک یہ اصطلاح ''انفاق'' ہے جو ''ن ف ق'' کے مادے سے اخذ کی گئی ہے۔

اب اسی مادے سے اخذ کردہ دوسری اصطلاح کی طرف آیئے! ''نَفَق'' بطورِ اسم ایک اور معنی میں آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں ''سرنگ''۔ چنانچہ سورۃ الانعام میں یہ لفظ بایں طور آیا ہے:

﴿وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ اِعْرَاضُھُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَھُمْ بِاٰیَۃٍ﴾ (آیت ۳۵)

کہ اے نبیؐ! یہ کفار و مشرکین آپ سے جس قسم کے حسی معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں، اللہ کی حکمت ان کے ظہور کی متقاضی نہیں ہے، اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس قسم کے معجزات ان کو نہیں دکھائے جائیں گے ـــــ لیکن بالفرض اگر آپ پر اِن کا یہ اعراض و انکار بہت شاق گزر رہا ہے تو اگر آپ کے لئے ممکن ہے تو کہیں زمین میں سے کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر ان کی مطلوبہ نشانیوں میں سے کوئی نشانی انہیں لاکر دکھا دیجئے!

اسی ''ن ف ق'' سے ایک اور لفظ بنا ہے۔ عربی زبان میں ''نافقاء'' گوہ کے بل کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیات کو کچھ نہ کچھ شعور بخشا ہے۔ گوہ ایک حقیر سا جانور ہے، لیکن اس میں اپنے تحفظ کا مادہ اتنا قوی ہے کہ وہ اپنا بل سرنگ کی مانند بناتا ہے جس کے دو منہ ہوتے ہیں، تاکہ اگر کوئی شکاری کتا کسی ایک رُخ سے داخل ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے منہ سے نکل بھاگے اور اگر اُدھر سے کوئی خطرہ ہو تو اِدھر سے نکلنے کی کوئی سبیل رہ جائے۔ یہی لفظ منافقت کی لغوی اصل ہے جس پر کہ قرآن مجید کی یہ اصطلاح مبنی ہے۔

منافقت کیا ہے؟

سرسری مفہوم میں منافق وہ ہے جس کے دو رُخ ہیں۔ وہ ایمان سے بھی ایک تعلق رکھتا ہے اور کفر سے بھی۔ چنانچہ منافقین کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِہِمۡ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا مَعَکُمۡ ۙ اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۱۴﴾﴾ (البقرۃ: ۱۴)

کہ جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی صاحب ایمان ہیں، ہم بھی ایمان لائے ہیں۔ اور جب اپنے شیطانوں یعنی اپنے سرغنوں سے ملتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں، مسلمانوں سے تو ہم استہزاء کر رہے ہیں، ان کا مذاق اڑا رہے ہیں، ہمارا ایمان کا دعویٰ محض تمسخر اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں۔

منافقین کی اس نفسیاتی کیفیت کو سورۃ النساء میں اس طرح بیان فرمایا گیا:

﴿مُذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ ٭ۖ لَاۤ اِلٰی ہٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی ہٰۤؤُلَآءِ ؕ﴾ (آیت ۱۴۳)

کہ یہ مذبذب ہو کر رہ گئے ہیں، معلق ہو کر رہ گئے ہیں، نہ اِدھر یکسو ہیں نہ اُدھر یکسو۔

یہ دو رُخا پن اور دو جانب تعلق رکھنے کا طرزِ عمل دراصل انسان اپنے تحفظ، اپنی جان اور مال کے بچاؤ اور اپنی دنیا کو کسی نہ کسی طور سے بچا لینے کے لئے اختیار کرتا ہے کہ کسی طرف بھی اپنے آپ کو مکمل طور پر identify نہ کرے۔ ایک وابستگی کا وہ انداز ہوتا ہے کہ اگر یہ کشتی تیرتی ہے تو ہم تیریں گے، ڈوبتی ہے تو ہم بھی ساتھ ہی ڈوبیں گے۔ اور ایک یہ رویہ ہے کہ ہمیں تو بہر صورت اپنا تحفظ کرنا ہے، لہٰذا کشتیاں جلانی نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اِن کا پلڑا بھاری ہو جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کو بالادستی حاصل ہو جائے، لہٰذا دونوں سے بنا کر رکھو۔

یہ تو ہوا اُس دو رُخے پن کا وہ ایک ظاہری سا نقشہ کہ جس کی مناسبت ہے اس لفظ ''نفق'' اور ''نافقاء'' سے۔ لیکن ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں جو اصل جذبہ کارفرما ہے وہ جان و مال کے بچاؤ کا ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے، بقول علامہ

اقبال کہ ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے' ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں!

ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنا سب کچھ لگا دو اور کھپا دو۔ اگر اللہ پر ایمان لائے ہو' اس کے رسولؐ پر ایمان کے دعوے دار ہو تو اللہ کے دین کے غلبے اور اس کے رسولؐ کے مشن کی تکمیل کے لئے اپنی قوتوں اور توانائیوں کو صرف کر دینا ایمان کا لازمی تقاضا ہے' اس لئے کہ ایمان تو بندے اور ربّ کے درمیان ایک قول و قرار کا نام ہے۔ سورۃ التوبۃ میں اس کو یوں تعبیر فرمایا گیا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ﴾ (آیت ۱۱۱)
''بے شک اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں''۔

یہ بیع و شراء ہو چکا ہے۔ جان و مال اسی دنیا میں اللہ اور اس کے دین کے لئے لگا دو اور کھپا دو' اس کے عوض آخرت میں اللہ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ تو جان لو کہ اب یہ جان اور مال تمہارے پاس اللہ کی امانت ہیں' غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد میں جب جان و مال کے ایثار کی ضرورت پیش آئے انہیں اللہ کی راہ میں نچھاور کر دو۔ یہ ہے ایمان کا تقاضا۔ اسی لئے سورۃ الحجرات میں ایمانِ حقیقی کے بیان میں لفظ صدق کو نمایاں کیا گیا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾ (آیت ۱۵)
''حقیقی مؤمن تو بس وہی ہیں جو ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور پھر شک میں نہ پڑیں' اور وہ جہاد کریں اپنے اموال کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں' یہی لوگ (اپنے دعوائے ایمان میں) سچے ہیں''۔

اور یہی وجہ ہے کہ سورۃ الاحزاب میں اس صدق پر مبنی طرزِ عمل کی طرف توجہ بایں الفاظ دلائی گئی ہے: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ﴾ ''وہ جواں مَرد کہ جنہوں نے جو عہد اپنے ربّ سے کیا تھا اسے پورا کر دکھایا''۔ اس عہد میں کوتاہی' اس کے

تقاضوں کوادا کرنے سے پہلو تہی' اس سے کنی کترانا' اس میں پیچھے ہٹنا نفاق کا ایک سبب ہے۔اس کے لئے ایک بڑی واضح اور موثر مثال سورۃ التوبہ میں آئی ہے۔فرمایا:

﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ۝﴾ (آیت ۷۵)

''اوران میں سے کچھ لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے ایک عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمائے گا (یعنی رزق میں کشادگی فرمائے گا اور ہمیں تونگری عطا فرمائے گا) تو ہم صدقہ کریں گے (اس کے دین کی راہ میں زیادہ سے زیادہ انفاق کریں گے) اور ہم صالحین میں سے ہو جائیں گے۔''

﴿فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ۝﴾ (آیت ۷۶)

''لیکن جب اللہ نے اپنے فضل میں سے انہیں عطا کیا (انہیں غنی کر دیا) تو اب وہ اس کے ساتھ بخل کر رہے ہیں (مال کو سینت سینت کر رکھ رہے ہیں) اور اپنے اس عہد سے منہ موڑ رہے ہیں اور پیچھے ہٹ رہے ہیں۔''

اس سے اگلی آیت میں وہ الفاظ آ رہے ہیں جن کے لئے میں نے اس آیت کا حوالہ دیا' اور جو نفاق کے اصل سبب کو واضح کر رہے ہیں:

﴿فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَبِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ۝﴾ (آیت ۷۷)

''تو اللہ تعالیٰ نے (ان کے اس طرزِ عمل کی پاداش میں سزا کے طور پر) ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس دن تک کہ جب وہ اس سے ملاقات کریں گے' اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے''۔

نفاق کا اصل سبب

قرآن مجید میں سورۃ التوبۃ اور سورۃ الاحزاب میں منافقت اور منافقین کے بارے میں بڑے طویل مباحث آئے ہیں' لیکن اکثر و بیشتر قرآن کا پڑھنے والا ان پر سے یہ سمجھ کر گزر جاتا ہے کہ یہ تو صرف وہ لوگ تھے جو محض دھوکہ دینے کے لئے اہل

ایمان میں داخل ہوئے تھے۔ حالانکہ بات صرف یہی نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بھی ایک نوع کا نفاق تھا' لیکن درحقیقت دورِ نبویؐ میں جو نفاق پیدا ہوا اس کا اصل سبب اعراض عن الجہاد تھا' یعنی جان و مال کے کھپانے سے کنی کترانا۔ ایمان محبوب ہے لیکن کفر سے بھی مفادات وابستہ ہیں' آخرت بھی مطلوب ہے' لیکن دنیا بھی ہاتھ سے دینے کو تیار نہیں۔ تو یہ دو کشتیوں کی سواری درحقیقت نفاق کی بنیاد ہے۔ اگر بات وہ ہے کہ ع ''ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم'' تو یہ ہے صدق' یہ ہے سچا ایمان۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ الفاظ ہم نے پڑھے ہیں کہ: ﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ اور ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ﴾ اس کے برعکس اپنے اس عہد میں جھوٹا ہونا' اس میں پیچھے قدم ہٹانا ہی دراصل کذب اور نفاق ہے۔

معنی کے پس منظر میں بھی دیکھا جائے تو نفاق کی اصل جڑ اور بنیاد درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ سے کنی کترانا ہے۔

منافق کی علامات

لفظ کذب کے حوالے سے نفاق کے ضمن میں یہ بات بھی نوٹ کر لیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے منافق کی جو علامتیں بیان فرمائی ہیں ان میں کذب کو سرفہرست رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)) (۱)

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور (۳) جب اس کے پاس کوئی چیز بطورِ امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔''

یہاں چونکہ معاملہ اس نوع کے نفاق کا نہیں ہے جو ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے کہ منافق تو اسے کہتے ہیں جس نے مسلمانوں اور اسلام کو زک پہنچانے کے لئے سازش کے طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہو' لہٰذا اس حدیث کی تشریح میں بالعموم علماء کرام نفاق کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں کہ ایک ہے نفاقِ اعتقادی اور دوسرا نفاقِ عملی۔ ان کی توجیہہ کے مطابق

اس حدیث میں نفاقِ عملی کا تذکرہ ہے' نفاقِ اعتقادی کا نہیں۔ بہرکیف اس بحث سے قطع نظر آنحضور ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ یہ تین اوصاف وہ ہیں کہ جو اگر کسی کی طبیعت میں راسخ ہو جائیں تو وہ پکا منافق ہے۔ ہاں اگر کبھی کسی وقت جھوٹ کا ارتکاب ہو جائے یا کبھی کسی وقت وعدہ خلافی ہو جائے تو یہ چیز نفاق کے ذیل میں نہیں آئے گی۔

یہ مضمون ایک اور متفق علیہ حدیث میں اس سے بھی زیادہ مؤکدہ شکل میں آیا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ((اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا)) کہ چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں وہ چاروں موجود ہوں تو وہ شخص منافق ہے' پکا اور کٹر منافق! ایک روایت میں یہ اضافی الفاظ بھی آئے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ((وَاِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ)) خواہ وہ شخص روزہ رکھتا ہو' خواہ نماز پڑھتا ہو اور خواہ اسے خود بھی یہ زعم ہو اور وہ یہ خیال کرتا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ لیکن اگر یہ چاروں وصف اس میں موجود ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔ اس حدیث میں ان تین باتوں کے علاوہ جن کا ذکر پچھلی حدیث میں تھا' چوتھی چیز آپؐ نے یہ گنوائی: ((وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) کہ جب کہیں کوئی جھگڑا ہو تو وہ آپے سے باہر ہو جائے' نہ زبان پر کنٹرول رہے نہ جذبات پر۔ یہ چوتھا وصف یا چوتھی علامت ہے منافق کی۔ حضور ﷺ نے اس حدیث میں مزید وضاحت فرمائی کہ جس میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہیں وہ تو کٹر منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک وصف پایا جاتا ہے اس میں اسی مناسبت سے نفاق موجود ہے۔ یہ ہے نفاق کی حقیقت از روئے قرآن و حدیث!

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اب ایک بات اور جان لیجئے۔ ایک خیال یہ بھی عام لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے اور بعض روایات سے غلط طریقے پر یہ نتیجہ اخذ کر لیا گیا ہے کہ نفاق تو بس دورِ نبویؐ ہی میں تھا' اس کے بعد اب نفاق کہیں موجود نہیں ہے۔ حالانکہ یہ تو ایک ایسا نفسیاتی مرض ہے کہ کوئی انسانی معاشرہ کبھی اس سے خالی نہیں رہا۔ ہر انسانی جدوجہد میں تین طرح کے طبقات ہمیشہ موجود رہے۔ ایک وہ کہ جو کسی نئی دعوت کو یا نظریئے کو کھلم کھلا قبول کرتے ہیں' ہرچہ بادا باد کی شان کے ساتھ۔ دوسرے وہ جو کھلم کھلا مخالفت کرتے

ہیں اور اس دعوت یا جدوجہد کا راستہ روکنے کے لئے میدان میں آجاتے ہیں۔ ایک تیسرا طبقہ وہ ہوتا ہے کہ وہ کسی جانب یکسو نہیں ہوتا' بلکہ اِدھر والوں سے بھی بنا کر رکھنا چاہتا ہے اور اُدھر بھی اپنے روابط برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے ہر قیمت پر اپنا تحفظ مطلوب ہوتا ہے کہ اگر اونٹ اِس کروٹ بیٹھ جائے تب بھی ہمارے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ رہ جائے اور اگر کہیں اُس کروٹ بیٹھے تب بھی ہمارے لئے مکمل تباہی نہ ہو!—— اس کیفیت کو قرآن ''تربص'' سے تعبیر کرتا ہے اور یہی درحقیقت نفاق کی بنیاد ہے۔ سورۃ الحدید میں جہاں نفاق کی اصل حقیقت اور اس کے اسباب کا بیان ہے' وہاں یہ لفظ آیا ہے۔ اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت ۲۴ میں بھی' جس کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے' یہ لفظ ہمارے مطالعہ میں آچکا ہے' کہ اے نبی! ان مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ اور اپنے بھائی اور اپنے بیٹے اور اپنی بیویاں اور اپنے رشتے دار اور اپنے وہ مال جو تم نے جمع کئے ہیں اور اپنے کاروبار جو تم نے بڑی محنت سے جمائے ہیں اور جن کے مندا پڑنے کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور اپنی جائیدادیں جو تمہیں بہت محبوب ہیں' اگر یہ تمام چیزیں محبوب تر ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے تو جاؤ حالت تربص میں رہو' انتظار کرو!—— یہاں اسلوب میں غیظ و غضب نمایاں ہے اور الفاظ یہ ہیں: ﴿فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ o﴾ ''جاؤ' انتظار کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

نفاق کا اندیشہ کسے لاحق ہوتا ہے؟

نفاق کے بارے میں ایک اور بات جو لائق توجہ ہے اور نبی اکرم ﷺ کی ایک بڑی ہی حکمت افروز حدیث بھی اس ضمن میں ملتی ہے کہ مرض نفاق کے حملے کا اصل خوف مؤمن ہی کو لاحق ہوتا ہے' منافق اس سے اندیشہ محسوس نہیں کرتا' اس لئے کہ وہ تو اس بیماری کے چنگل میں جکڑا جا چکا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((ما خافَهُ الّا مُؤمنٌ و لا امنهُ الّا مُنافقٌ)) (۲)

''کہ اس مرضِ نفاق سے صرف مؤمن ہی اندیشہ محسوس کرتا ہے اور اس سے خود

کو محفوظ و مامون صرف منافق ہی سمجھتا ہے''۔

ظاہر بات ہے کہ ڈرے گا وہی جس کی گٹھڑی میں مال ہو گا۔ چنانچہ جس کے پاس ایمان کی کچھ پونجی موجود ہو گی وہی اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ محسوس کرے گا اور جس کی پونجی لٹ چکی ہو اُسے اب کاہے کا خوف! ع ''رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو''۔

احادیث مبارکہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ گناہ اور غلطی اگرچہ مؤمن سے بھی صادر ہو جاتی ہے لیکن مؤمن کے احساس کی شدت کا عالم یہ ہوتا ہے کہ اگر اس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ ایک پہاڑ تلے دب گیا ہو یا پہاڑ کا سا بوجھ اس کے سر پر آ گیا ہو۔ اس کے برعکس منافق سے جب کوئی اس طرح کا معاملہ صادر ہوتا ہے تو ایک ہلکا سا احساسِ تقصیر تو اسے بھی ہوتا ہے لیکن بس اتنا کہ جیسے کسی کی ناک پر ایک مکھی بیٹھی تھی اور اس نے اسے اڑا دیا۔ اس شدتِ احساس کی آخری درجے میں کیفیت کا مشاہدہ اگر کرنا ہو تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ ذہن میں لایئے۔ ان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ یہ گواہی دیتے ہیں کہ جس راستے سے عمر کا گزر ہوتا ہے اس راستے سے شیطان کنی کترا جاتا ہے۔ حق و باطل میں فرق کر دینے والے اس عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے شدت احساس کا عالم یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے، جنہیں حضور ﷺ نے بطورِ راز کچھ منافقین کے نام بتا دیئے تھے اور جو صاحب سر النبی مشہور تھے، حضرت عمرؓ اللہ کی قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ اے حذیفہ! میں اللہ کی قسم دے کر تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کہیں میرا نام تو ان منافقین میں شامل نہیں تھا! یہ ہے شدّتِ احساس!

اسی کا نقشہ ایک انصاری صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں سامنے آتا ہے۔ وہ ایک بار ایک عجیب کیفیت میں گھر سے نکلے۔ زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے: نافَقَ حنظلة ' نافَقَ حنظلة ' نافَقَ حنظلة کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا' حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راستے میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سوال کیا کہ معاملہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ مَیں تو منافق ہو گیا ہوں'

اور وہ اس لئے کہ جب میں حضور ﷺ کی محفل میں ہوتا ہوں' آپ ﷺ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو ایمان و یقین کے اعتبار سے میرے دل کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور جب اپنے گھر بار میں جا کر دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو جاتا ہوں تو وہ کیفیت برقرار نہیں رہتی' یہی تو نفاق ہے! — حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اگر چاہتے تو خود سمجھا سکتے تھے اور ان کی الجھن کو رفع کر سکتے تھے' لیکن آپؓ نے فرمایا کہ حنظلہ یہ کیفیت تو میری بھی ہے۔ تو آؤ چلو' حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کریں کہ یہ معاملہ کیا ہے! حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی' معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے حنظلہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' جو کیفیت میری صحبت میں اور میری مجلس میں تمہیں حاصل ہوتی ہے اگر وہ مستقل اور دائم ہو جائے اور تم ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تم سے تمہارے راستوں میں اور تمہارے بستروں پر مصافحہ کرنے لگیں گے! ((وَلٰكِن يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً)) لیکن اے حنظلہ! یہ تو وہ دولت ہے جو کبھی کبھار میسر آتی ہے[۴]۔ یعنی کیفیات کا یہ فرق بالکل فطری ہے' یہ نفاق نہیں ہے۔

بہر حال نفاق سے جس درجے آج مسلمان اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھتے ہیں' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معاملہ ایسا نہیں تھا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہوئے جب منافقین کا ذکر آتا ہے' جب ہم ان آیات کو پڑھتے ہیں جن میں منافقین پر سخت انداز میں گرفت کی گئی ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان آیات اور ان مضامین کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے' ان آیات میں ہم سے کوئی بحث نہیں' یہ کوئی اور ہی مخلوق ہے جس کے بارے میں یہ ساری باتیں ہو رہی ہیں۔ گویا کہ قرآن مجید کے ان مقامات اور ان آیات سے ہم بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔

نفاق کی ہلاکت خیزی

اب ذرا ایک نظر اس مرضِ نفاق کی ہولناکی اور اس کی ہلاکت خیزی پر بھی ڈالئے! اس کا ایک نقشہ تو ان شاء اللہ سورۃ المنافقون میں ہمارے سامنے آئے گا' تاہم اس ضمن میں سورۃ النساء کی یہ آیت بھی بہت قابل توجہ بلکہ لرزہ خیز ہے: ﴿ اِنَّ

الْـمُـنٰـفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ’’یقیناً منافقین آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے‘‘۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کفر کے مقابلے میں نفاق زیادہ مبغوض و ناپسند ہے۔ کافر کا معاملہ یہ ہے کہ وہ کھلم کھلا سامنے آ کر مقابلہ کرتا ہے‘ جو کچھ اس کے باطن میں ہوتا ہے اسی کا باہر اعلان کرتا ہے۔ کافروں میں وہ بھی ہیں جو اپنے باطل دین یا اپنے مشرکانہ اوہام وعقائد کے لئے گردنیں کٹوا کر اپنے کردار کی پختگی کا ثبوت دے جاتے ہیں۔ ابوجہل اسی نوع کا ایک کردار تھا جس نے اپنے معبودانِ باطل اور دین باطل کے لئے اپنی گردن کٹوادی۔ اس کے مقابلے میں منافقانہ کردار بڑا گھناؤنا کردار ہے اور اللہ کی نگاہ میں انتہائی مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سخت ترین سزا اللہ تعالیٰ نے منافقین ہی کے لئے تیار کی ہے۔

اسی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ منافقین کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور استغفار سے محروم کر دیا گیا۔ سورۃ المنافقون میں یہ بات بڑے دوٹوک انداز میں آئی ہے کہ منافقین کے حق میں نبی اکرم ﷺ کا استغفار بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ یہی مضمون سورۃ التوبہ میں اپنی انتہائی صورت میں آیا ہے۔ فرمایا: ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ ’’(کہ اے نبی! اللہ تعالیٰ ان منافقین سے اس درجے ناراض ہے کہ) اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کرے گا‘‘۔ یہ ہے درحقیقت نفاق کی ہولناکی اور انجام کے اعتبار سے اس کی ہلاکت خیزی! — لہٰذا اس راہ میں آنا ہے تو دل و دماغ کے یکسو فیصلے اور ہرچہ باداباد کی شان کے ساتھ آنا ہوگا۔ ع ’’جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟‘‘ تحفظات کے ساتھ مت آؤ‘ جان و مال کو کسی طور سے سلامت رکھنے کا فیصلہ کر کے نہ آؤ‘ بلکہ طے کر کے آؤ کہ جو تقاضا ہوگا حاضر ہوں گے‘ جو مطالبہ کیا جائے گا پورا کریں گے۔ تبھی نفاق سے محفوظ رہ سکو گے۔

نفاق سے بچاؤ کا ذریعہ —— ذکرِ الٰہی

اب ذرا ہمیں اس پہلو سے بھی غور کرنا ہے کہ مرض نفاق سے بچاؤ کا ذریعہ اور طریقہ کون سا ہے! —— ظاہر بات ہے کہ نفاق ضد ہے ایمان کی۔ یہ بات ذہن میں

رہے کہ ایمان کی ضدیں (antonyms) دو ہیں' ایک قانونی یا ظاہری اعتبار سے اور دوسری باطنی اعتبار سے۔ قانونی اعتبار سے مؤمن کے مقابلے میں کافر کا لفظ آتا ہے۔ بلکہ یہاں مؤمن کی بجائے مسلم کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ قانونی اعتبار سے تو دو ہی درجے ممکن ہیں: کافر یا مسلم۔ تاہم باطنی اعتبار سے اور دلی کیفیات کے لحاظ سے ایمان کی ضد ہے نفاق! —— اس پہلو سے مؤمن کے مقابلے میں منافق کا لفظ آتا ہے' گویا حقیقت کے اعتبار سے ایمان کی ضد نفاق ہے اور قانونی اعتبار سے کفر! لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نفاق سے بچانا چاہتا ہے اور نہیں چاہتا کہ کبھی اس مرض کی چھوت اسے لگے تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اپنے ایمان کی حفاظت کرے اور اسے مستحکم رکھنے کی فکر کرے۔ اور ایمان کی آبیاری' اس کی تقویت اور اس کو سرسبز و شاداب رکھنے کا حقیقی اور مؤثر ذریعہ ذکرِ الٰہی کے سوا اور کوئی نہیں! تلاوتِ قرآن حکیم اور نماز ذکر کی اعلیٰ ترین صورتیں ہیں' یا پھر دوامِ ذکر کی وہ صورت جس کا تذکرہ پچھلے سبق یعنی سورۃ الجمعہ میں تھا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝﴾ اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرتے رہا کرو' اس کی یاد کو اپنے دل میں ہر دم تازہ رکھو' اس سے لو لگائے رکھو' آخرت کو مستحضر رکھو اور جان لو کہ تمہاری اصل منزل یہ دنیا نہیں' آخرت ہے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ. ہار اور جیت کے فیصلے کا دن وہ ہے —— اور اگر کہیں مرضِ نفاق کی کوئی چھوت تمہیں لگ گئی ہو' انفیکشن ہو گئی ہو' اس مرض نے دل میں کچھ جڑیں جمالی ہوں تو اب اس کا علاج کرنا ہو گا اور وہ علاج ہے انفاق!

نفاق کا علاج : انفاق

دلچسپ بات یہ ہے کہ ''نفاق'' اور ''انفاق'' دونوں کا سہ حرفی مادہ ایک ہی ہے یعنی ''ن ف ق''۔ اس سے ''نفق'' اور ''نافقاء'' کے الفاظ آتے ہیں جس سے منافقت کا لفظ نکلا ہے اور اسی مادے سے ''نَفَقَ يَنْفُقُ'' کے الفاظ مشتق ہیں جن سے باب افعال میں ''اِنفاق'' بنتا ہے' یعنی خرچ کر دینا اور کھپا دینا۔ یہی انفاق دراصل منافقت کا تیر بہدف علاج ہے۔ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرو' لگاؤ اور کھپاؤ! دل کی دنیا کو

اُس مال کی محبت اور اس کی نجاست سے پاک و صاف کرو! ـــــ دنیا کا تمام مال و اسباب محض برتنے اور استعمال کرنے کی چیز ہے (مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا) لیکن دیکھنا اس کی محبت دل میں راسخ نہ ہونے پائے' یہ مال و دولتِ دنیا کسی درجے میں بھی تمہارا مطلوب و مقصود نہ بن جائے! ـــ اس کا ذریعہ یہی ہے کہ جو مال و دولت اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اسے زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ مال کی محبت کو دل سے کھرچنے اور نفس کے تزکیئے کے لئے یہ عمل بہت ضروری ہے۔ سورۃ المؤمنون کے درس میں یہ بات آئی تھی' وہاں اہل ایمان کا ایک اہم وصف یہ بیان ہوا تھا: ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾ ـــــ وہ لوگ کہ جو زکوٰۃ پر کاربند رہتے ہیں' یعنی نفس کے تزکیئے کے لئے اپنا مال پیہم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ـــــ یہ مضمون سورۃ المنافقون کے آخری حصے میں تفصیل سے آئے گا۔ اس سے قبل سورۃ التغابن کے آخر میں بھی ہم نے دیکھا کہ اس جانب اشارہ موجود تھا: ﴿وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ کہ خرچ کرو' اس میں تمہارا بھلا ہے اور جو کوئی جی کے لالچ سے بچالیا گیا وہی لوگ فلاح پائیں گے ـــــ تاہم یہ مضمون اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا ہوا نظر آئے گا سورۃ الحدید میں جو ہمارے اس منتخب نصاب کا آخری مقام ہے۔ ''انفاق فی سبیل اللہ'' کا مضمون ان شاء اللہ العزیز وہاں پورے شرح و بسط کے ساتھ آئے گا۔ بہر حال نفاق کے بارے میں یہ وہ چند بنیادی باتیں ہیں جو جان لینی ضروری تھیں۔ ان کی روشنی میں ان شاء اللہ العزیز جب ہم سورۃ المنافقون کا مطالعہ کریں گے تو ہر ہر آیت ایک بالکل صاف اور شفاف موتی کی طرح سامنے آئے گی' ہر ہر حرف خود بولتا محسوس ہوگا اور آیات کے مابین ربط و تعلق از خود نمایاں ہوتا چلا جائے گا۔

یہ بات اس سے پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید کی سورتیں بالعموم جوڑوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ ایک ہی مضمون کا ایک رخ ایک سورۃ میں اور اس کا دوسرا رخ اس جوڑے کی دوسری سورت میں زیر بحث آتا ہے۔ یہاں نوٹ کیجئے کہ سورۃ المنافقون کے متصلاً بعد سورۃ التغابن ہے۔ سورۃ التغابن کا موضوع ہے ایمان'

جبکہ سورۃ المنافقون حقیقت نفاق سے بحث کرتی ہے۔ نفاق ضد ہے ایمان کی۔ گویا ایک ہی تصویر کے مثبت رخ کا بیان سورۃ التغابن میں ہے اور اس کے منفی رخ کا ذکر سورۃ المنافقون میں ہے اور اس طرح ایک مضمون اپنی تکمیل کو پہنچتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حواشی

۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق ۔ و صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق۔

۲) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب خوف المومن من ان یحبط عمله وهو لایشعر۔

۳) صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرة والمراقبة۔ ودیگر کتب حدیث

بقیہ: حرف اول

ایک بار پھر مسلمانان پاکستان کے دلوں میں امیدوں کے نئے گلشن کھلا دیئے، لیکن افسوس کہ جوں جوں وہ ڈیڈ لائن قریب آ رہی ہے حکومت کی اس معاملے میں بدنیتی عیاں ہوتی جا رہی ہے کہ وہ کسی مثبت پیش رفت کے لئے آمادہ نہیں ہے بلکہ ایک بار پھر اس معاملے کو تاخیر وتعویق میں ڈالنے کا سامان کیا جا رہا ہے---- ان حالات میں ملک کی رہنما دینی جماعتوں کی جانب سے حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان نہایت خوش آئند ہے، لیکن یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ ہماری دینی جماعتیں اس معاملے میں میدان میں نکل کر فی الواقع رسم شبیری ادا کرنے میں سنجیدہ ہیں یا یہ محض ایک خالی خولی دھمکی ہے جس کا مقصد بس وقتی ارتعاش پیدا کرنا ہے۔ سود کی لعنت سے ملک کو پاک کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی شدید ترین ناراضگی سے بچ نکلنے کے اس موقع کو بھی اگر ضائع کر دیا گیا اور دینی جماعتوں نے کوئی بھرپور احتجاجی تحریک نہ چلائی تو تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ ☆☆